صنفی مساوات: تاریخی تناظر میں بحوالہ خصوصی بلوچستان

ڈاکٹر غلام فاروق بلوچ*

ڈاکٹر سعیدہ مینگل**

Abstract

As a matter of fact the human society has spread to such an extent for the last two centuries and the human population has also increased which is making the achievement of the self-interests of human beings faster than before. Although the human being since it's very inception has the negative traits of ferocity and animosity, this way has the war for self-interests grew faster as a consequence the poor became the subject of command and the dominant strata became handful in number. Despite this, they became the honors of all human resources. In this war of self-interests the deprived women folk were affected adversely in both cases of war and peace. Today throughout the world the organization for women and their social freedom are at their swing and fighting a perennial war for the attainment of the same kind of equality. Unfortunately, the men are ascribed responsible for the backwardness of women. Even though, man do not participate in such evil activities rather they have a group of human beings who think about self-interests and selfishness. It is not important the group consists of men only but the group equally consists of men and women both. Women are not maligned in all

* اسسٹنٹ پروفیسر (تاریخ)، مرکز مطالعۂ بلوچستان ، جامعہ بلوچستان، کوئٹہ

** اسسٹنٹ پروفیسر/چیئرپرسن، شعبہ تاریخ، جامعہ بلوچستان، کوئٹہ

societies even if they are backward. The reasons for the backwardness such societies are diverse reasons. Men are fighting for their rights in serene with women and this war is continued at present. The above autobiography is about equality of rights between men and women in a modern age which has enlightened the right and the characters and women in the annals of history. Along with this the rights of women in Balochistan has been taken into notice. Certainly, it is a prolonged subject matter which cannot be explained in a few pages. Anyway, a few words are presented about the status and the problems of women.

تعارف:Introduction

دراصل انسانی سماج پچھلی دوصدیوں میں اتنا پھیل گیا اور انسانی آبادی میں اتنا اضافہ ہوا کہ جس نے انسانوں میں مفادات کے حصول کی جنگ کو تیز تر کر دیا۔ گو انسان آغاز سے ہی وحشت اور درندگی کی خصلتیں رکھتا ہے لہذا جب مفادات کی جنگ تیز ہو گئی تو اس جنگ کے نتیجہ میں کمزور محکوم تر ہوتا گیا اور طاقتور کا حلقہ کم تعداد ہونے کے باوجود تمام انسانی وسائل کا مالک بنا۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ متاثر عورت کی ذات ہوئی کہ جو جنگ یا امن ہر دو صورتوں میں متاثر ہوتی چلی گئی۔ آج دنیا بھر میں عورتوں کی معاشرتی آزادی کی تنظیمیں سرگرم ہیں اور معاشرہ میں اس صنف کے لیے مساوی درجہ کے حصول کی جنگ لڑ رہی ہیں۔ بدقسمتی سے عورت کی پسماندگی کی ذمہ دار صرف مردذات کو ٹھہرایا جاتا ہے حالانکہ اس برے عمل میں سارے مرد شامل نہیں ہوتے بلکہ مفاد پرست اور خودغرض انسانوں کے گروہ ہوتے ہیں کہ جن میں ضروری نہیں کہ سارے مرد ہوں بلکہ ان میں عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ عورت کا استحصال تمام معاشروں میں نہیں ہوتا البتہ اگر معاشرہ پسماندہ ہے تو اس معاشرے کی پسماندگی کی وجوہات مختلف ہوتی ہیں مرد حضرات آج عورتوں کے شانہ بشانہ ان کے حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں اور یہ جنگ اب بھی جاری ہے۔ زیرِ نظر مقالہ دورِ جدید میں مرد و عورت یعنی ہر دو اصناف کی معاشرتی برابری اور حقوق کی یکساں تقسیم کے بارے میں ہے کہ جس میں تاریخ کے دریچوں میں عورت کے کردار کو تلاش کرنے اور اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ساتھ ہی بلوچستان کے

معاشرے میں عورت کے مقام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یقیناً یہ ایک طویل مضمون ہے لہٰذا اسے چند اوراق میں رقم نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال عورت کے مقام و مرتبہ، حیثیت اورمسائل پر چند مختصر الفاظ حاضرخدمت ہیں۔

عورت سماجِ انسانی کی روح ہوتی ہے کہ جس کے بغیر بلاشبہ نہ توزندگی کی تخلیق ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس کائنات کے خالق کی مقصدیت کی تکمیل ہوتی ہے۔ اگرانسانی ارتقاً میں خاندان سب سے اہم اوربنیادی کرداراداکرتاہے تواس خاندان کی اصل بنیادگذارایک عورت ہی ہوتی ہے کہ جوانسانوں کوجنم دیتی ہے اورمعاشرے میں عددی لحاظ سے اضافہ کرتی ہے اور خاندان کو قبیلہ اور قبیلوں کونسلوں اور اقوام میں تبدیل کر دیتی ہے۔ بلاشبہ عورت کی ہمدردی پہاڑوں سے بھی اونچی ہوتی ہے اوراس کی محبت اورخلوص کوکسی بھی پیمانے میں ناپانہیں جاسکتا۔ عورت ماں،بہن،بیوی اوربیٹی کے روپ میں یقیناً تحفہ خداوندی ہے اورجس گھرمیں کوئی عورت نہ ہووہ مثلِ ویرانہ ہوتاہے بھلے اس میں دس مرد بستے ہوں مگر وہ گھر مکمل طور پر خالی خالی اور غیرمنظّم نظرآتاہے، اور اگر پورے معاشرے کوعورت کی ذات سے خالی کردیاجائے تو بھلا وہ معاشرہ کتنی دیر اپنا وجود قائم رکھ سکتاہے۔ لہٰذااس حقیقت سے انحراف نہیں کرناچاہیے کہ عورت معاشرتی بقاً کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ مردذات ضروری ہوتاہے۔ مگردیکھایہ گیاہے کہ اکثروبیشترتقریباًدنیابھرمیں عورت کووہ مقام ،مرتبہ، اہمیت اورحیثیت نہیں دی جاتی کہ جس کی وہ حقدارہے۔ اسے بعض کمزوراوربوسیدہ معاشروں میں انتہائی پست درجہ کاحامل کردارخیال کیاجاتاہے۔ حتیٰ کہ بعض وحشی اورپست معاشروں میں خاص تہواروں پرعورتوں کی قربانی دی جاتی ہے اور ایسی سینکڑوں مثالیں ہمیں ماضی کی تاریخ میں بھی ملتے ہیں کہ جہاں دریائی سیلابوں کو روکنے کے لیے جوان لڑکیوں کو سپرد آب کیا جاتا تھا تا کہ ناراض دیوتا ایک جوان اور خوبصورت لڑکی پا کر خوش ہوجائیں اورسیلاب کوختم کردیں یاکم ازکم ٹال دیں۔

پاکستان ایک کثیرالاقومی ملک ہے کہ جہاں کئی ثقافتی گروہ رہتے ہیں جن کا تاریخی پس منظرانتہائی طویل ہے۔ پاکستان کے تمام قومی گروہ مثلاً بلوچ،سندھی،پشتون اورکئی دیگرچھوٹے بڑے قومی اورنسلی گروہ۔ ان میں سے ہر گروہ کی اپنی ثقافت، روایات، سماجی ادارے اور

جغرافیائی حدود ہیں۔ یہ تمام گروہ صدیوں سے اپنی اپنی حدود میں رہتے چلے آرہے ہیں اورہمیشہ نہ صرف ایک دوسرے کی ثقافتوں پراثرانداز ہوتے رہے ہیں بلکہ بسااوقات بیرونی تہذیبوں کے بھی بڑے گہرے اثرات یہاں کے معاشرتی نظام کومتاثر کرتے رہے ہیں جنکی گہری چھاپ پاکستان کے جغرافیائی حدودمیں رہنے والی تمام اقوام کی ثقافتوں میں نظر آتی ہے۔ بلوچ ،سندھی اورپشتون اقوام کی بہت ساری رسومات اوررواجات آپس میں ملتی جلتی ہیں اورخصوصاً عورت کی عزت اوراحترام کے حوالے سے یہ معاشرے مثالی سمجھے جاتے ہیں۔

عورت اورقدیم تہذیبیں

دنیا کی تاریخ پراگرایک سرسری نظرڈالی جائے توپوری دنیا کی تاریخ میں کئی نشیب و فراز نظر آئیں گے۔ کوئی بھی تہذیب کہ جس نے مقامی، براعظمی یابین الاقوامی شہرت اورناموری حاصل کی ہو بالآخر فنا ہی اس کے نصیب میں آئی ہے۔ چاہے ہم اولین انسانی بستیوں پر نظر ڈالیں یا ان عظیم تہذیبوں پر کہ جنہوں نے شہرت، ناموری، ترقی، ملک گیری اور طاقت میں عروج و کمال حاصل کر لیا تھا کوئی بھی فنا کے ہاتھوں نہ بچ سکا۔ طاقتور نے ہمیشہ کمزور کا گلہ گھونٹا۔ اس تمام تر انسانی تاریخ میں عورت کاتذکرہ بہت کم ملتاہے جس کی وجہ سے یہ کہا جاتاہے کہ عورت کو ہمیشہ محکوم اور مظلوم رکھا گیا اور مرد نے ہمیشہ اسے اپنا دست نگر بنائے رکھا۔ یہ بات تاریخی دور کے چند تہذیبوں یا تہذیبی ادوارکی حدتک تو درست ہے یا پھر ان وحشی قبائل کی حد تک کہ جہاں عورت کوکسی قابل نہیں سمجھا جاتا تھا مگر یہ بات تمام انسانی ادوارپر صادق نہیں آتی۔ کیونکہ تاریخ سے قبل بھی ایک دورگذراہے کہ جسے قبل ازتاریخ دور کہا جاتا ہے، یعنی وہ دورکہ جب انسان نے نیا نیا زمین پربسنا، کچے یا جھونپڑا نما گھر بنانا، ابتدائی بنیادوں پرزراعت سیکھنا، مٹی کے برتن بنانا وغیرہ سیکھا تھا۔ اس دورکوعام طور پر ابتدائی اشتمالی نظام یاFirst Comparative System کہتے ہیں۔[۱] اس زمانے میں انسان جو بھی پیداوار حاصل کرتا وہ کسی کی بھی انفرادی ملکیت نہیں ہوتی تھی بلکہ ان پر کمیونٹی کے سارے لوگوں کا برابر حق ہوتا تھا۔ اس وقت بھی معاشرے میں استحکام قائم رکھنے کی ضرورت

تھی اوراس استحکام کوقائم رکھنے کی ذمہ داری عورت کوسونپ دی گئی کہ جسے بھاگوان کہا جاتا تھا۲ یعنی روزی تقسیم کرنے والی۔ یہ تھامردانہ معاشرے کاپہلااوربنیادی قدم کہ جس نے سیاسی اورسماجی ذمہ داریاں عورت کوسونپ دیں۔ قدیم معاشرے زرعی ہوتے تھے یعنی انسان بالکل ابھی ابھی شکاری زندگی ترک کرکے اپنی بقا کی خاطردیگروسائل قدرت سے استفادہ کرناشروع کرچکاتھااورزراعت کاآغاز انسانی معاشرے میں انقلابی تبدیلی کاباعث بنا اور انسان خودکفیل ہوتا گیا۔ اس کی پیداواری صلاحیتوں میں اضافہ ہوااوراس نے کئی صنعتیں مثلاً برتن سازی، چمڑا سازی، چوب سازی وغیرہ میں بے پناہ ترقی کی۔ ماقبل ازتاریخ انسانی دور کا سفرہزاروں سالوں پرمحیط ہے۔

دنیاکے جن مقامات پربھی آثارقدیمہ دریافت ہوئی ہیں ان میں گوکہ بعض اشیأ یاپورے سماج ایک دوسرے سے مختلف ہونگے مگرایک بات تمام معاشروں میں یکساں ملتی ہے یعنی عورت کی قدیم مورتیاں۔ جن سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ عورت کوہرمعاشرے میں تقدس کاانتہائی درجہ حاصل تھا اور اس کی مورتی کی باقاعدہ پوجاکی جاتی تھی۔ آثارقدیمہ کی دریافتوں سے یہ بات آشکاراہوتی ہے کہ عبادت گاہوں اورگھروں میں عورتوں کی مورتیاں رکھی جاتی تھیں اورکسی بھی کام یاعمل کے آغازسے پہلے ماتامورتی کی پوجاکی جاتی تھی۔ بعض بت پرست معاشروں میں اب تک عورتوں کے مورتیوں کی نہ صرف پوجاکی جاتی ہے بلکہ معاشرتی طورپربھی عورت کواعلیٰ درجہ اورسماجی مرتبہ حاصل ہے۔ مثال کے طورپرہندومعاشرہ میں کئی ایسی مورتیاں شامل ہیں کہ جوعورتیں ہیں اورہندودیومالامیں ان عورتوں کااہم ترین کردار رہاہے۔

قبل ازتاریخ دورکی تمام بڑی تہذیبوں میں دنیااورانسان کی تخلیق کے بارے میں جتنے بھی عقیدے تھے ان سب نظریات اورعقائدمیں تخلیق کے عمل میں دیوتاؤں کے ساتھ دیویاں بھی شامل رہی ہیں اوربنیادی کرداراداکرتی رہی ہیں۔ ان دیوی دیوتاؤں کے تذکروں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں کہ جن کے قبضہ واختیارمیں بہت کچھ ہوتاتھا۔ میسوپوٹیمیایعنی قدیم عراق کی تمام تہذیبیں (سمیری،آشوری،کلدانی،بابلی وغیرہ) میں عشتاردیوی۳ کادرجہ اورمقام اورقدیم فارس کی قبل از زرتشتی تہذیب میں اناہیتایاناہیددیوی۴ کامقام ومرتبہ تاریخ کے صفحات

پرمرقوم ہے۔ اسی طرح قدیم مصری، فنیقی اور یونانی تہذیبوں میں بھی عورت کا کردار یا تو مرد سے افضل رہا ہے یا پھر اس کے برابر۔۵ اور صدیوں تک یہ تقدس برقرار رہا اور اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں آئی۔ اگر کوئی تہذیب زوال پذیر ہو جاتا اور اس کی جگہ کوئی اور تہذیب لے لیتی تو بھی دیویوں کے درجات میں کوئی کمی نہیں آتی جبکہ مرد دیوتاؤں پر اکثر زوال آتا رہتا تھا۔

عورت بحیثیت شہنشاہ ماضی قدیم میں

صرف یہی نہیں کہ قبل از تاریخ دور میں عورت دیوی کی صورت میں نظر آتی ہے یا صرف اس کا مقام و مرتبہ مذہبی نوعیت کا ہے بلکہ ایسی شہادتیں بھی ملتی ہیں کہ جن سے یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ زمانہ ماضی قدیم میں عورتوں کو مکمل سیاسی اختیارات بھی حاصل تھے اور وہ ملکی سربراہ اور شہنشاہ بھی بن سکتی تھیں۔ قدیم عراق کہ جسے میسوپوٹیمیا کہا جاتا تھا۶ میں ایک قوم بنی آشور کا تذکرہ ملتا ہے کہ جس نے بابل میں ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی تھی۷ جس کی سرحدیں مشرق میں موجودہ ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھیں اور شمال میں وسط ایشیاؔ تک اس قوم کا قبضہ تھا۔ مصر کی عظیم الشان تہذیب اس قوم کے سامنے سرنگوں ہو کر باجگذار بن چکی تھی جبکہ ایران پر اس کا مکمل تسلط قائم تھا حتیٰ کہ اپنے زمانے کا سپر پاور تھا۔ اس قوم نے کئی بار اور صدیوں تک عراق اور ایک وسیع دنیا پر حکومت کی۔ تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس قوم میں ایک ایسی عورت گذری ہے کہ جس نے اس تہذیب کو اوج ثریا عطا کی اور اس کی سرحدیں موجودہ ہندوستان تک پہنچادیں۔۸ اس حکمران اور بہادر عورت کا نام مؤرخین سیمی رامس تحریر کرتے ہیں۹ اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ شاہسوار عورت بابل سے نکلی اور پھر فتوحات کے پھریرے اڑاتی ہوئی آخرکار ہندوستان پہنچی مگر بدقسمتی سے اس عورت کو ہندوستان فتح کرنے کی مہم میں ناکامی ہوئی اور شکست کھا کر براستہ مکران ،عازم ایران وعراق ہوئی۔۱۰ بابائے تاریخ ہیروڈوٹس اپنی کتاب کہ جو دنیا میں تاریخ کی پہلی کتاب کہی جاتی ہے لکھتا ہے کہ صرف سیمی رامس ہی نہیں بلکہ ایک اور آشوری خاتون نے عراق پر حکومت کی ہے کہ جو اصلاحات اور رفاہی کاموں کے لیے تاریخ میں بڑی شہرت رکھتی ہے۔ ہیروڈوٹس اس

کانام نیٹوکریس تحریرکرتاہے۔۱۱ اوریہ بھی لکھتاہے کہ ان کے دورمیں عراق نے بڑی ترقی کی گوکہ اس خاتون نے سیمی رامس کی طرح فتوحات نہیں کیے مگرملک کے اندرایسی اصلاحات نافذکیں کہ جن کی بدولت آشوری تہذیب بامِ عروج تک پہنچ گئی۔۱۲ اسی طرح ماضی کی کئی دیگرتہذیبوں میں بھی عورتوں کاصرف مذہبی تقدس کامقام ومرتبہ ہی نظرنہیں آتابلکہ ان کے سیاسی اختیارات کی تاریخ بھی ملتی ہے۔

عورت اورمذاہب آسمانی

مذاہب انسانی میں بھی عورت کاکردارنظرآتاہے یعنی کہیں پرعورت پیغمبرکاوفادارترین ساتھی کے روپ میں نظرآتاہے توکہیں پراس کی بااعتمادرفیق حیات کے روپ میں۔ اگرکہیں پرہاجرہ کا بیٹا قربانی کیلئے مقبول ہوتاہے تو کہیں پر مریم کے لعل کو صلیب سے گذارا جاتا ہے۔ اگر کہیں سائرہ کا شوہر دھکتی ہوئی آگ میں جھونکا جاتا ہے تو کہیں پر موسیٰ کی ماں اپنے شیرخوار لخت جگر کو فرعونی سپاہیوں کی خون آشام تلواروں سے بچانے کی خاطر سپرد سیل رواں کر دیتی ہے اور اللہ کے نام کو سر بلند کر دیتی ہے۔ مذاہب میں توآغازسے ہی عورت مردکے ساتھ ہے اوراسے عقل ودانائی عطاکرنے کاسبب بنتی ہے اورساتھ ہی دنیامیں لانے کی وجہ۔ اگرحواؑ آدمؑ کودنیامیں لانے کاسبب نہ بنتی توہمارے پیارے آخری نبی ﷺ اس دنیامیں کیسے تشریف لاتے۔ یعنی اگرعورت نہ ہوتی توانسانی معاشرہ توکجاانسان کاتصوربھی نہ ہوتابلکہ بذات خودتصورتک نہ ہوتا۔ کسی بھی الوہی مذہب کی تعلیمات میں عورت کی حق تلفی نہیں کی گئی ہے چاہے وہ یہودیت ہویاعیسائیت۔ حتیٰ کہ جتنی بھی آسمانی کتابیں اورصحیفے نازل ہوئی ہیں ان میں عورت کادرجہ معاشرتی لحاظ سے بلندتربیان ہواہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعدازاں اس مذہب کے ماننے والوں اورمذہبی وحکمران طبقات نے اپنے مفادات کی خاطراپنے بعض اقدامات کومذہبی احکامات کانام دیکراپنے عقائدکاحصہ بنایاہویاپھراپنے سیاسی اورذاتی مفادات کی خاطربعض عقائدواحکامات کومذہب سے خارج کیاہووگرنہ اللہ پاک نے جس صنف کوخودتخلیق کی ہواس کی حق تلفی کاحکم نہیں دے سکتا۔ لہٰذایہ ایک مسّلمہ حقیقت ہے

کہ کسی بھی آسمانی مذہب نے ذات انسانی کی نفی نہیں کی اور نہ ہی جنس کے لحاظ سے ایک کودوسرے پرفوقیت دی۔ بلکہ ہرمذہب نے تقویٰ کوہی اپنابنیادی قانون بنایااورانسانوں کوتولنے کاپیمانہ بھی تقویٰ قرارپایا۔ البتہ یہ درست ہے کہ ماضی کے غیرالہامی اوربت پرست طبقات کی فحاشیت،عریانیت اورمورتیوں کی پوجاکے برعکس الہامی مذاہب نے عورت کے لیے معاشرہ میں زیادہ باوقاراورباعزت مقام کاتعین کیا۔ پوجاکے لیے الہامی مذاہب نے اللہ تعالیٰ کی ذات کومخصوص کیااورعورت کوماں،بہن،بیوی اوربیٹی جیسے بلنداوراعلیٰ مراتب عطاکیے۔ الہامی مذاہب کے پیروکاروں نے بھی آہستہ آہستہ اپنے مذاہب میں ترامیم وتبدیلیاں کرکے قدیم قوانین چھوڑدیے جس کی وجہ سے اکثراوقات عورت کامقام معاشرتی طورپرگھٹ جاتااورمردحضرات اپنی طرف سے کی گئی مذہبی ترامیم کے ذریعے عورت کے مقام اورمرتبہ پرڈاکہ ڈالتے اوراس کے حقوق سلب کرتے مگرپھرکوئی پیغمبریامصلح سابقہ عقائدواحکامات کی بحالی کیلئے جدوجہدکرتا۔

عورت اوراسلام

حتیٰ کہ تہذیب انسانی کے مذہبی عقائدکاسفرعرب آپہنچااور571ء میں اس کائنات کے سب سے بہترین انسان نے اس دنیاکواپنے وجودمبارک سے شرف عطاکیااوررسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ ُ علیہِ وآلہِ وسلّم اس دنیامیں تشریف لائے اورایک ایسابہترین نظامِ انسانی اپنے ساتھ لے کرآئے کہ یقیناًاس نظام پرمکمل طورپرعمل کرنے سے ہرانسان چاہے مردہویاعورت،فلاح پاسکتاہے۔ حضرت محمدﷺ آخری پیغمبرہیں کہ جنکے بعدنبوت کے دروازے ہمیشہ کے لیے بندکردیے گئے۔ آپﷺ اپنے ساتھ دین اسلام لے کرآئے کہ جس میں ہرچیزاورہرصنف کے الگ الگ مراتب مخصوص کیے گئے اورہر ایک کے حقوق کاتعین کیاگیا۔ اوریہ وہ دین ہے کہ جس کے تحفظ اورسلامتی کی ذمہ داری خوداللہ پاک نے اٹھائی ہے۔ لہٰذااس کے احکامات اورعقائدمیں تبدیلی کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اگران اسلامی احکامات پرصحیح عملداری کی جائے تویقیناًکسی بھی شخص کوچاہے وہ عورت ہویامردحق تلفی کی

شکایت نہیں ہوگی۔ قرآن مجید میں سورہ نسأ اورسورہ نور سمیت کئی دیگرمقامات پراللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حقوق اوران کے لیے احکامات بیان فرمایاہے اورہرایک بات کی صحیح صحیح وضاحت کی ہے۔ علاوہ ازیں احادیث مبارکہ میں بھی حضور پاک ﷺ نے ہرصنف کے الگ الگ حدود بیان فرمائے ہیں جن پر ہردواصناف کے عمل کرنے سے شکایتیں خودبخود ختم ہوسکتی ہیں۔

اسلامی تاریخ کواگربغور دیکھاجائے تواس میں ہرشعبہ زندگی میں عورت سرگرم کردارادا کرتی نظرآتی ہے۔ کیاکسی نے اس بات پرکبھی غورکیاہے کہ نبی پاک ﷺ کونبوت ملنے سے پیشترایک عورت نے ہی پہچان لیاتھاکہ آپ ﷺ کوئی معمولی ہستی نہیں ہیں یعنی آپ ﷺ کی پہلی زوجہ مبارکہ حضرت خدیجۃالکبریٰ والطاہرہؓ کہ جن کو یہ اعزاز بھی حاصل تھاکہ آپؓ پہلی مسلمان تھیں۔ یعنی اسلام کے تاجدار کے ساتھ جب رفیق سفرکی ضرورت اللہ تعالیٰ نے محسوس کی توحضرت خدیجۃالکبریٰ والطاہرہؓ کی صورت میں بہترین رفیق حیات عطا کیا۔ حتیٰ کہ اسلام کی یہ جانثارخاتون اورام المؤمنین جب تک زندہ رہیں آپ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی حالانکہ کثیرالزوجیت عرب کے عام قوانین کاحصہ تھا اورتقریباًہرعرب اس پرعمل کرتا تھامگرجب تک حضرت خدیجہؓ زندہ رہیں آپ ﷺ ان کی زندگی میں دوسری عورت نہیں لائے۔ حتیٰ ان سے محبت کا یہ عالم تھاکہ جب مدینۃالمنورہ میں ایک بارام المؤمنین حضرت بی بی عائشہؓ نے حضرت خدیجہؓ کے بارے میں کچھ سخت الفاظ کہے تورسول اللہ ﷺ نے اس کاسخت برامنایااورناراضگی کااظہارفرمایا۔ اسی طرح دیگرامہات المؤمنین میں سے بھی ہرایک نے اپنے حدوداوراختیارات کے مطابق اسلامی معاشرے کی بقااورسلامتی اوردین کی سربلندی کیلئے خدمات سرانجام دیں۔ سماجی کاموں میں امہات المؤمنین بڑھ چڑھ کرحصہ لیتی تھیں۔ غریب اورمستحق بچیوں کی شادی اورجہیزوغیرہ کابندوبست کرنا ،بیواؤں،ضعفأ،غریب اورمساکین کی خوب مددکرتی تھیں اوراس نوع کے دیگرسماجی کاموں میں پیش پیش رہتی تھیں۔ تاریخ اسلام امہات المؤمنین کی سماجی خدمات کے تذکروں سے بھرپورہے اوران کی سماجی خدمات کوخوب اجاگرکرتی ہے۔

اسی طرح اسلامی عسکری تاریخ میں بھی کئی خواتین کے تذکرے ملتے ہیں کہ جنہوں نے جنگوں میں نہ صرف بہادری کے کارنامے سرانجام دیے بلکہ افواج کی سربراہی بھی کی۔ زیادہ

دور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ جنگ جمل کو ہی دیکھئے کہ جس میں ام المؤمنین حضرت بی بی عائشہؓ حضرت علیؓ کے خلاف لشکر کی کمانداری کرتی ہے اور جمل نامی اونٹنی پر سوار ہوکر میدان جنگ میں کود پڑتی ہے اور اپنے افواج کی بھرپور کمانداری کرتی ہے۔ ان کی اونٹنی کی وجہ سے یہ جنگ، جنگ جمل مشہور ہوئی۔[۱۳] اسی طرح احزاب میں حضور پاک ﷺ کی پھوپھی ،حضرت زبیر بن العوامؓ کی رفیق حیات اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی صفیہؓ نے بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ جن کی وجہ سے یہودیوں اور مشرکین مکہ کا مشترکہ لشکر بھاگ جانے پر مجبور ہوا۔ اس طرح کے سینکڑوں واقعات سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔

ہندوستان یعنی برصغیر میں بھی ایسی خواتین کے تذکرے ملتے ہیں کہ جنہوں نے سیاسی اور عسکری تاریخ میں بڑا نام پیدا کیا۔ سلطان شمس الدین التمش کی صاحبزادی سلطانہ رضیہ کے نام سے ہر شخص واقف ہوگا کہ جنہوں نے اپنے والد کی وفات کے بعد حکومت وسیاست کی بھاگ دوڑ سنبھالی گو کہ وہ چار سال بعد قتل کردی گئی مگر تاریخ گواہی دیتی ہے کہ ان چار سالوں میں انہوں نے ہندوستان کی نوزائیدہ اسلامی ملک کو بچانے کی بھرپور کوشش کی۔ اسی طرح ہندوستان میں برطانوی تسلط کے خلاف جھانسی کے علاقے کی ملکہ، کہ جسے تاریخ میں جھانسی کی رانی کے نام سے شہرت ملی،[۱۴] کی تاریخ ساز مسلح جدوجہد سے ہر شخص واقف ہوگا۔ ان کا کردار برصغیر کی تاریخ کو جلا بخشتا ہے۔

اس طرح کی سینکڑوں عسکری واقعات سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں کہ جو یقیناً تاریخ میں عورت کے اعلیٰ ترین کردار اور عمل کی غماز ہیں اور تاریخ میں یہی واقعات عورت ذات کی قدرومنزلت میں اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔ صرف اسلامی دنیا ہی نہیں بلکہ دیگر اقوام اور تہذیبوں میں بھی عورت کا کردار واضح نظر آتا ہے۔

بلوچستان کی قدیم تہذیب اور عورت کا مقام

جہاں تک بلوچستان کا تعلق ہے تو اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ پہلے بلوچستان کی ماقبل تاریخی پس منظر کو دیکھا جائے۔ بلوچستان کی ماقبل تاریخی دور کے بارے میں مہرگڑھ کے آثار یہ بتاتے ہیں کہ اس خطہ کا تہذیبی سفر لگ بھگ 11000 ہزار سال قدیم ہے۔[۱۵] یہی

وہ اولین بستی شمار کی جاتی ہے کہ جہاں شکاری انسان نے اپنے لیے زمین پر مساکن بنائے اور پہاڑوں اورغاروں کی زندگی ترک کردی۔ تاریخ سے یہ بات بھی آشکاراہوتی ہے کہ زراعت کا آغاز بھی عورتوں کی محنت اورتحقیق کا نتیجہ تھا کہ جو قابل استعمال قدرتی جڑی بوٹیوں اور پودوں کے بیج اور پھل کو استعمال کرنے لگیں، بیجوں کی بوائی سیکھ لی اورخوردنی بیجوں کو زیرِ استعمال لائے۔ زراعت کی اس دریافت نے انسانی زندگی کا دھارا تبدیل کردیا۔

اسی طرح ابتدائی برتن سازی کے بارے میں بھی یہی کہاجاتا ہے کہ عورت ہی اس فن کی موجد ہے اورابتدائی ٹوکری برتن بنا کراسے آگ پر پختہ کرنے کافن بھی عورت نے ہی مردوں کو سکھایا البتہ اس فن میں جدت، تبدیلی اور انقلاب اس وقت آیا جب کمہار کا پہیہ ایجاد ہوا اور فن برتن سازی میں نمایاں اور انقلابی تبدیلی آگئی۔ اس تبدیلی کی وجہ سے صدیوں بلکہ ہزاروں سالہ قدیم اشتمالی نظام یعنی ابتدائی کمیونزم کوشدید دھچکا لگا کیونکہ چاک پر کم وقت میں زیادہ تعداد میں اورزیادہ نفیس و خوشنما برتن بننے لگے اور زائد پیداوار نے تجارتی معاشی رشتوں کو جنم دیا۔ انسانی تعلقات کی وسعت میں اضافہ ہونے لگا۔ مگر تب تک بھی بلوچستان کی قدیم تہذیب میں عورت کا تقدس قائم تھا اور اسے معاشرے میں مکمل برتری حاصل تھی۔

بلوچستان کا قدیم معاشرہ مدرسری نظام پر مشتمل تھا کہ جس میں پوری سوسائیٹی کی سربراہی ایک عورت کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور عورت ہی خاندان کی سربراہ ہوتی تھی۔ بلوچستان کے طول وعرض میں ہزاروں مٹی کے ٹیلے ماضی کی یادگار کے طور پر ملتے ہیں۔ ہرشہر، ہرقصبہ اورہر دیہات میں یہ آثار پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بہت سارے ٹیلوں پر ماہرین آثارقدیمہ تحقیقی کام کرچکے ہیں جس کے نتیجہ میں جہاں ان ٹیلوں سے ہزاروں کی تعداد میں پختہ مٹی کے برتن نکلے ہیں تو ساتھ ہی لاتعداد مٹی کی مورتیاں بھی برآمد ہوئی ہیں۔ یہ تمام مورتیاں عورتوں کی ہیں۔ بلوچستان کے ٹیلوں ژوب، لورالائی، قلات، خضدار، مکران اورمہرگڑھ کی کھدائی کے دوران ایسی لاتعداد مورتیاں برآمد ہوئی ہیں۔ گوکہ ان مورتیوں کی بناوٹ میں فرق ہے مگر یہ سب کی سب عورتوں کی مورتیاں ہیں۔ ماضی کا انسان زمین سے محبت کرتا تھا اوراسے

ماں کا درجہ دیتا تھا لہٰذا یہ تمام مورتیاں اسی زرعی دور کی پیداوار ہیں کہ جب انسان اپنی بقاً کی خاطر زمین کے ساتھ اپنے تمام رشتے جوڑ چکا تھا اور زمین کی زرخیزی اور رزق عطا کرنے کی غرض سے انسان نے اس کی پوجا شروع کی مگر چونکہ زمین کی کوئی واضح صورت ان کے سامنے نہیں تھی لہٰذا عورت کے کردار سے زمین کو تشبیہہ دے کر اس کی مورتیاں بنائی گئیں کیونکہ عورت بھی نسلوں کو جنم دینے اور انہیں پالنے کا کام کرتی ہے جبکہ زمین کا عمل بھی یہی ہوتا ہے۔ اس تصور کی بنیاد پر عورت کے مجسمے بنائے گئے اور اسے زمین سے تشبیہہ دیکر اس کی پوجا شروع کی گئی۔ یقیناً یہ عورت کیلئے زمانہ قدیم کے وحشی ادوار میں بہت بڑا اعزاز اور مرتبہ تھا کہ انسان نے اسے پوجا اور عبادت کے لئے مخصوص کیا۔

بلوچستان کا یہ قدیم اور ابتدائی نظام ہزاروں سالوں پر محیط ہے اور ان ہزاروں سالوں کے سماج پر عورت حاوی رہی ہے۔ اسے تمام تر سماجی اور سیاسی اختیارات حاصل تھے۔ مدرسری نظام کے زوال پذیر ہونے کے باوجود بلوچستان کے قدیم معاشرتی نظام میں عورت کی سماجی حیثیت اور ادب واحترام میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ اس کا سماجی مرتبہ اب بھی بلند تھا۔ البتہ سماجی،سیاسی اور پیداواری ادارے مرد کو منتقل ہوتے گئے اور اختیارات کا سرچشمہ بھی مرد قرار پانے لگا۔ لیکن اس عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچنے میں بھی صدیاں لگیں اور تب کہیں اختیارات عورت سے مرد کو منتقل ہوئے۔ مگر اس کے باوجود عورت کو معاشرے میں خاص مقام حاصل رہا اور بہرحال اس کی تقدیس اسی طرح جاری رہی۔

بلوچستان کا سماج قبائلی ہے یہاں آباد اقوام بلوچ اور پشتون ایک طویل تاریخ کے وارث ہیں۔ قبائلی سماج کے کچھ قوانین ہوتے ہیں کہ جو گو کہ برتر سماجی مرتبہ رکھنے والے بااثر افراد ترتیب دیتے اور بناتے ہیں مگر ان قوانین میں کسی کے استحصال سے زیادہ احتیاط کے جذبات زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ دیہی علاقوں میں رہنے والے لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ ایک عورت کا اصل مقام اور مرتبہ کیا ہوتا ہے۔ بلوچ سماج گو کہ قبائلی سماج ہے مگر اس قوم کی تاریخ میں سینکڑوں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ جن میں عورت کا تقدس واضح طور پر نظر آتا ہے۔ سب سے بڑھ کر بلوچی کوڈ آف آنر Balochi Code of Honor یا بلوچی ضابطہ اخلاق

میں عورت کے تقدس اوراحترام کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس مقام کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور یقیناً بہترین معاشرتی نظام کے لیے ایسے ضابطے مشعل راہ ثابت ہوتے ہیں۔ بلوچی کوڈ آف آنر کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

بلوچ ضابطہ اخلاق

1۔ تمام قبائل اور بین الاقبائلی تنازعات کا قبیلہ، سردار اور معتبرین کی کچہری میں بیٹھ کر فیصلہ کرنا اور اس پر کار بند رہنا۔
2۔ سیاہ کار اور سیاہ کارہ کو پناہ نہ دینا۔
3۔ باہوٹ کی حفاظت کرنا ،اور حتیٰ الوسع فریقین کے درمیان سمجھو تہ کر نا۔
4۔ ہمراہی پر اگر اسکا کوئی دشمن حملہ آور ہو تو ہمراہی کا ساتھ دینا۔
5۔ قول وزبان کی پابندی کرنا۔
6۔ مجلس وکچہری میں ننگے سر نہ بیٹھنا۔
7۔ گھر میں داخل ہوتے وقت جوتے باہر نکالنا۔
8۔ سادات کا احترام کرنا۔
9۔ مجلس میں پاؤں نہ پھیلانا۔
10۔ خواتین کے سامنے نا شائستہ کلام اور نازیبا حرکت نہ کرنا۔
11۔ جھوٹ نہ بولنا اور جھوٹی افواہیں نہ پھیلانا۔
12۔ دشمن کو للکارنا اور اپنا نام ونسب اور وجہ قتال ظاہر کرکے حملہ کرنا۔
13۔ پیٹھ پیچھے سے دشمن پر حملہ نہ کرنا۔
14۔ عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہ اٹھانا۔
15۔ بھاگ جانے والے دشمن کا تعاقب نہ کرنا۔
16۔ لڑائی کے دوران جب کوئی سید درمیان میں آجائے تو جنگ سے ہاتھ روکنا۔
17۔ اگر دشمن کی عورتیں باہر نکل کر لڑائی روکنے کی درخواست کریں تو ان کا احترام کرنا۔

18۔ کمتر ذات کے لوگوں اور ہندوؤں کو قتل نہ کرنا۔
19۔ جنگ میں گرفتار ہونے والے قیدی کو نہ تو قتل کرنا اور نہ اذیت دینا‘‘۔[۱۶]

بلوچ عورت اور وسطی عہد کا بلوچ سماج

بلوچی رومانوی کہانیاں اور عورت

ان درج بالا نکات میں کئی جگہوں پر عورتوں کا تذکرہ اور مختلف حالات میں ان کے ساتھ سلوک کے تذکرے ملتے ہیں۔ بلوچ تاریخ ایک ایسی تاریخ ہے کہ جس میں زندگی کے ہر شعبہ میں عورت سرگرم نظر آتی ہے۔ بلوچ تاریخ میں مہمان نوازی، جنگی کارنامے، صعوبت سفر، سماجی زندگی اور رومانوی کہانیوں میں بلوچ عورت اپنے پورے وجود اور مکمل کردار کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اگر بلوچی کی رومانوی داستانوں کو یکجا کیا جائے تو شاید رومانوی کرداروں کی اتنی بڑی تعداد دیگر تمام ثقافتوں میں ایک ساتھ نظر نہ آئے مگر بلوچی کی رومانوی تاریخ اتنی بھرپور ہے کہ جو بلوچ تاریخ کو ایک الگ باب عطا کرتی ہے۔

ساری عشقیہ داستانوں کو عورت جنم دیتی ہے۔ حانی شہ مرید، بیبرگ گراں ناز، شہداد مہناز، عزت ومہرک، سمو مست توکلی[۱۷] سسی پنوں[۱۸] حتیٰ کہ ایک طویل فہرست ہے کہ جن سے بلوچی رومانوی تاریخ ترتیب پاتی ہے ان میں سے ہر کہانی میں عورت کا رول بنیادی اور اہم ترین ہے اور اہم ترین بات یہ کہ ان کرداروں میں سے کوئی بھی کردار دیگر اقوام کی رومانوی کرداروں کی طرح قتل نہ ہوا اور نہ ہی اسے کاری کی بدترین رسم کا سامنا کرنا پڑا بلکہ ان کرداروں میں سے بعض میاں بیوی کے روپ میں ہی بعدازاں تاریخ میں نظر آتے ہیں۔

علم وادب اور بلوچ عورت

اس میدان میں بھی بلوچ خواتین مردوں سے پیچھے نہیں ہیں بلکہ انہوں نے اس میدان میں علم وادب کے ایسے چراغ روشن کیے ہیں کہ جن کی لو سے ایک وسیع جہاں منور ہوا۔ بھلا رابعہ خضداری کے نام سے کون واقف نہیں کہ جنہوں نے صدیوں پیشتر فارسی زبان میں ایسی

شاعری کی کہ خودفارسی کے بڑے بڑے شعرأ کرام ان کا کلام حیرت واستعجاب سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح بلوچی رومانوی کرداروں کی ملکہ حانی بلوچی زبان کی انتہائی بلندپایہ شاعرہ تھیں۔ دورجدید میں بھی کئی دیگرنام اس وسیع اورمشکل میدان میں ملتے ہیں کہ جواپنے ذوق اورشوق کی تکمیل کررہیں ہیں اورمشاعروں اورمحافل میں مردوں کے شانہ بشانہ نظرآتی ہیں۔

سیاسی میدان اوربلوچ خواتین

دورجدید کی سیاست میں کئی خواتین اسمبلیوں میں بیٹھی ہوئی ہیں اور اہم وزارتوں کے قلمدان سنبھالے ہوئے ہیں۔ ان سیاستدان خواتین میں سے کئی ایسے مشہورومعروف نام بھی ہیں کہ جن کا تعلق بلوچستان سے ہے۔ ان کی فہرست بھی کافی طویل ہے۔

بلوچ جمالیات کا بہترین عکس بلوچی کشیدہ کاری والی ملبوسات

اسی طرح بلوچ خواتین کے کشیدہ شدہ ملبوسات وقار، جاذبیت ،رعنائی،دلکشی،خوبصورتی اورجمالیات میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اگرنابرابری اورغیرمساوات کی بات ہوتی توبلوچ معاشرہ میں عورت اس حدتک خوبصورت کپڑے ہرگزاستعمال نہ کرتی بلکہ یہ بات بلوچ خواتین اچھی طرح جانتی ہیں کہ ان کے مرد چاہے شوہر ہویاوالد، بھائی ہویابیٹاسب ہی گھرکی خواتین کوبلوچی کپڑے زیب تن کرنے پر اصرارکرتے ہیں حالانکہ بلوچی کپڑے باقی ثقافتی کپڑوں کی نسبت زیادہ خوبصورتی اورجاذبِ نظرہوتے ہیں اورانتہائی مہنگے بنتے ہیں۔ اس سے ہی پتہ چلتاہے کہ بلوچ معاشرے میں عورت کومساوات ہی نہیں بلکہ مردکی نسبت زیادہ آزادی اور ساتھ ہی تحفظ بھی حاصل ہے۔عورت کے احترام کا یہ عالم ہے کہ اگروہ کسی جاری قبائلی جنگ کے دوران میدان جنگ میں آجائے اوردونوں فریقوں کے مابین پڑجائے تووہ جنگ رک جاتی ہے اورفریقین مزیدخونریزی کیے بغیراپنے اپنے راستوں کوچلے جاتے ہیں۔ اگرعورت ساتھ ہوتودشمن حملہ نہیں کرتا[۱۹] اوراگرعورت اپنادوپٹہ کسی مردکے پیروں میں رکھ دے تووہ خون بھی معاف کردیتاہے۔[۲۰] الغرض ایسی ہزاروں مثالیں بلوچ تاریخ میں تحریرہیں۔

میدانِ جنگ اور بلوچ عورت

جنگوں میں بلوچ خواتین کا کردار نہ صرف نظر آتا ہے بلکہ وہ ہر جگہ کمان کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ کمبرانی دورحکومت میں مائی بیبو کے بارے میں جب معلومات ملتی ہیں تو بڑی حیرت ہوتی ہے کہ وسطی دور میں بھی کہ جب دنیا کی کئی اقوام وحشیوں جیسی زندگی گذار رہے تھے اور عورتوں کے لیے تو ایسے معاشروں میں کوئی مقام نہ تھا ان کی حیثیت ماسوائے ایک فالتو پرزے اور بچے جننے والی حیوان کے اور کچھ نہ تھا۔ مائی بیبو میر احمد خان اول کی بہن تھی۔ میر احمد خان اول 1666ء میں قلات میں برسرِاقتدار آئے اور سبی کے باروزئیوں کے ساتھ ان کی طویل جنگیں ہوئیں۔ میر احمد مسلسل پندرہ لڑائیوں میں شکست کھاتے رہے اور آخرکار دلبرداشتہ ہوگئے۔ ان حالات میں ان کی بہن مائی بیبو نے افواج کی قیادت سنبھالی اور سبی پر حملہ آور ہوئی گوکہ اس جنگ میں ان کی موت واقع ہوگئی مگر سبی بعدازاں قلات کے زیرِتصرف آ گیا۔۲۱ اسی طرح برطانوی عہد میں پہلی جنگ عظیم کے دوران مغربی بلوچستان کے بلوچ قبائل نے جرمنی اور ترکی کی حمایت میں برطانیہ کے خلاف جنگ کا آغاز کیا اور طویل عرصہ تک برطانیہ کی ناک میں دم کیے رکھا۔ جلیانوالہ باغ کے قاتل جنرل ڈائر کو ان قبائل کی سرکوبی کی خاطر روانہ کیا گیا تو اسے بھی طویل عرصہ تک ان جنگجو قبائل نے خوب ستایا۔ ان بلوچ قبائل میں محمودزئی، گمشادزئی اور چند دیگر سرحدی قبائل شامل تھے۔ ان تمام قبائل کے سردار مختلف تھے مگر ان کی مشترکہ قیادت گل بی بی نامی ایک بلوچ خاتون کر رہی تھی کہ جس کا شوہر اپنے قبیلہ کا سردار تھا مگر سپاہ کی قیادت گل بی بی کے ہاتھوں میں تھی۔۲۲ آج بھی بلوچ خواتین جانتی ہیں کہ انہیں اپنے معاشرے میں یکساں اہمیت حاصل ہے بلکہ وہ یہ بھی جانتی ہیں کہ بحیثیت عورت کے ان کی حیثیت مردوں کی نسبت زیادہ ہے۔ بلوچ معاشرہ میں کم ازکم اس حوالے سے کوئی تنگ نظری نہیں پائی جاتی۔ اگر پسماندگی ہے تو اس کی وجہ ہرگز یہ نہیں کہ بلوچ عورت کے ساتھ ناانصافی کی جاتی ہے تو اسی وجہ سے بلوچ معاشرہ پسماندہ ہے۔ حالانکہ یہ بالکل درست نہیں، بلکہ بلوچ معاشرے کی پسماندگی اور درماندگی کی دیگر بہت ساری وجوہات ہیں۔

بلوچ معاشرے میں عورت کو انتہائی پراعتماد ساتھی اور دوست سمجھا جاتا ہے کہ جو نہ صرف

بچے جنم دیتی ہے بلکہ اپنے مرد کے شانہ بشانہ مال مویشی چراتی ہے،فصلوں کی بوائی اور کٹائی میں وہ مکمل طور پر مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہے،بھیڑ بکریوں کا دودھ دوھتی ہے اور گھر بار بھی سنبھالتی ہے۔ کسی نے بلوچ معاشرے کی عورت کے بارے میں درست کہا ہے کہ ''عورت بلوچ ثقافت کی ایماندار ترین امانت دار ہے وہ بلوچی زبان کی جفاکش محافظ اور چرواہن ہے۔''۲۳

الغرض بلوچ معاشرے میں بلوچ عورت کی جائز معاشرتی اور ذاتی آزادی کے لیے کی کافی گنجائش ہے بشرطیکہ وہ اخلاقی بے راروی اور شرعی حدود کی خلاف ورزی نہ کرے، مگر غربت، افلاس اور تنگدستی کی وجہ سے چونکہ بلوچ معاشرے کی بڑی اکثریت تعلیم جیسی نعمت سے محروم ہے اور حکومتی سطح پر بھی کبھی بلوچستان کے دور دراز علاقوں کو اہمیت نہیں دی گئی اور خصوصاً تعلیم کے شعبہ کو تو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا لہٰذا علم کی کمی نے ابھی تک بلوچ معاشرے کی خوبیوں سے دنیا کو بہرہ مند نہیں کیا وگرنہ یہ معاشرہ اور اس میں موجود احترام کے جذبات سے یقیناً ایک بڑی خلقت مستفید ہوجاتی۔ بسا اوقات مذہبی احکامات کی غلط پرچار کے ذریعے لوگوں اور بالخصوص بچیوں کو تعلیم سے دور رکھا گیا وگرنہ بلوچ معاشرہ اعتماد کی بنیادوں پر استوار ہوا ہے اور اس معاشرے میں حقوق کی تقسیم کو ہمیشہ مقدم سمجھا گیا ہے۔

ماحصل (Conclusion)

عورت کا اصل مسئلہ یہ ہرگز نہیں ہے کہ اسے تعلیم ملے، یا اسے سیاست میں برابری ملے یا پھر دیگر اداروں میں اسے مرد کے شانہ بشانہ کام کرنے دیا جائے بلکہ عورت کا اصل مسئلہ اس مقام اور مرتبہ کا حصول ہے کہ جسے معاشرہ بہرحال نظر انداز کر چکا ہے۔ آج عورت کو تعلیم ،نوکری، اور وسائل تک پہنچنے کی جتنی آزادی حاصل ہے اس سے قبل شاید ہی اس کی کوئی مثال ملے مگر یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس آزادی نسواں نے سماجی بے راروی میں بھی بے پناہ اضافہ کیا ہے جس کی وجہ سے آج عورت اپنے آپ کو ماضی کی نسبت زیادہ غیر محفوظ سمجھتی ہے۔ شہروں میں، کہ جہاں آزادی نسواں اپنے عروج پر ہے ،عورت زیادہ غیر محفوظ خیال کی جاتی ہے۔ اگر دیہات میں پسماندگی یا غربت ہے تو کم از کم اتنا تو ہے کہ کسی خاتون کو دیکھ

کرمردحضرات آنکھیں جھکالیتے ہیں جبکہ شہری اورزیادہ آزادماحول میں عورت زیادہ کمزور اور غیرمحفوظ ہوگئی ہے۔

ترقی یافتہ ممالک نے عورت کوسرمایہ کے حصول کاایک بہترین ذریعہ بنایااوراس کے لیے عورت کے جسم کواستعمال کیاگیا۔ میڈیانے عورت کوصرف ایک symbol بنایااوراسے انتہائی بیہودہ لباس کے ساتھ سکرین پرپیش کرکے اسے حصول زرکاذریعہ بنایااوربدقسمتی سے اس عمل کوآزادی نسواں کانام دیا۔ ان ترقی یافتہ اورسرمایہ دارممالک کواٹھاکردیکھیں کہ وہ کس حدتک حقوق نسواں کاخیال رکھتے ہیں۔ امریکہ یایورپ جیسے ترقی یافتہ معاشروں میں عورت کوصرف خواہشات کی تکمیل کاذریعہ بنایاگیاہے اوراسی عمل کوآزادی نسواں کانام دیاگیاہے۔ ایک مہذب اقدارکامالک انسانی معاشرہ کم ازکم یورپ اورامریکی معاشروں کی تقلیدنہیں کرسکتاکہ جہاں پیسہ اورعورت ہی صرف اورصرف زندگی کامقصدہیں۔

بدقسمتی سے آج ہمارامعاشرہ بھی انہی قبیح اوربدترین راستوں پرچل نکلاہے اورانہی ذرائع کوذریعہ حصول رزق بنارہے ہیں کہ جن پرمذکورہ بالامعاشرے استوارہیں۔ یقیناًوہ معاشرہ کہ جہاں صرف عورتوں کوہی آزادی اورمساوات حاصل نہیں ہوتی بلکہ تمام ترانسانوں کے حقوق کااحترام کیاجاتاہے تب تک قائم ودائم رہتے ہیں جب تک یہ اوصاف ان میں ہوتی ہیں جوں ہی معاشرہ سے احترام انسانیت نکل جاتا ہے تووہ معاشرہ بھی فناکے گھاٹ اتر جاتا ہے۔ موجودہ دور میں بھی لاتعداد خواتین مردوں کے شانہ بشانہ کام کررہی ہیں اورزندگی کے مختلف شعبوں میں اپنی موجودگی کااحساس دلارہی ہیں مگرضرورت اس امرکی ہے کہ انہیں معاشرہ میں برابری کے ساتھ ساتھ عزت،مرتبہ اورمقام بھی مل جائے اوروہ معاشرتی ترقی اورملکی بقامیں آزادانہ اوربلاخوف اپناکرداراداکرسکیں اوریہی وہ کھویاہوامقام ہے کہ جسے عورت کوواپس لوٹاناہے یعنی اس کااحترام اوراس کاحقیقی معاشرتی رتبہ۔

حوالہ جات

۱۔ سبط حسن، *موسیٰ سے مارکس تک*، دانیال، کراچی، ۲۰۰۹ء، پندرھواں ایڈیشن، ص ۱۱-۲۳۔

۲۔ بلوچ، فاروق، *بلوچستان کے تہذیبی نقوش*، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۲۶۴۔

۳۔ سبط حسن، *ماضی کے مزار*، دانیال، کراچی، ۲۰۰۲ء، تیرھواں ایڈیشن، ص ص ۱۰۲-۱۲۶۔

۴۔ تورا کینہ قاضی، *سائرس اعظم*، شاہکار بک فاؤنڈیشن، کراچی، سال اشاعت ندارد، ص ۱۹۔

۵۔ سبط حسن، ۲۰۰۲ء، ص ص ۱۲۷-۱۴۶۔

۶۔ یحییٰ امجد، *تاریخ پاکستان قدیم دور*، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ص ۲۲۳، ۲۳۲۔

۷۔ ہیروڈوٹس، *دنیا کی قدیم ترین تاریخ*، مترجم: یاسر جواد، نگارشات، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۱۰۲۔

۸۔ ایضاً، ص ۱۰۲۔

۹۔ ایضاً، ص ص ۱۰۲-۰۳۔

۱۰۔ ونسنٹ۔ اے سمتھ، *قدیم تاریخ ہند*، مترجم: محمد جمیل الرحمٰن، تخلیقات، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۱۲۵۔

۱۱۔ ہیروڈوٹس، ص ۱۰۲۔

۱۲۔ ایضاً، ص ص ۰۳-۱۰۲۔

۱۳۔ ولیم۔ ایل لینگر، *انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم* جلد اول تاریخ اسلام، مترجم: مولانا غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۸ء، تیسرا ایڈیشن، ص ص ۱-۸

۱۴۔ کارل مارکس، *ہندوستان کا تاریخی خاکہ*، مترجم: احمد سلیم، تخلیقات، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۷۷۔

۱۵۔ بلوچ، فاروق، ص ۵۵۔

۱۶۔ بلوچ، ذکیہ سردار، *سرمست بلوچستان*، بلوچی اکیڈمی، کوئٹہ، ۱۹۶۵ء، ص ۱۰۔

۱۷۔ شفیع عقیل، *پاکستان کی لوک داستانیں*، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۷ء، ص ص ۲۴۹-۳۰۵۔

۱۸۔ شفیع عقیل، *سسی پنوں*، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۲ء، ص ۱۳۷۔

۱۹۔ بلوچ، *ذکیہ سردار*، ص ۱۰۔

۲۰۔ ایضاً، ص ۱۰۔

۲۱۔ نصیر، میر گل خان، *تاریخ بلوچستان*، قلات پبلشرز، کوئٹہ، ۲۰۰۰ء، ص ۱۷۔

۲۲۔ ڈائر، *بلوچستان کے سرحدی چھاپہ مار*، مترجم: میر گل خان نصیر، قلات پبلشرز، کوئٹہ، ۱۹۸۴ء، ص ۱۲۔

۲۳۔ شاہ محمد مری، بلوچ سماج میں عورت کا مقام، سنگت اکیڈمی، کوئٹہ، ۲۰۰۵ء، ص ۱۱۔

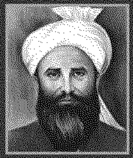

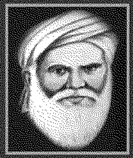

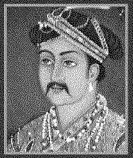

Mughal-Afghan Relations in South Asia

History and Developments

Himayatullah Yaqubi

National Institute of Historical and Cultural Research
Centre of Excellence, Quaid-i-Azam University, Islamabad
2015